ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

ڈاکٹر سیّدہ طیبہ رباب ❁
ڈاکٹر شبیر احمد قادری ❁❁

اقبال کی مشرق و مغرب سے اثر پذیری

Iqbal's Effectiveness from East and West

By *Dr. Syeda Tayyaba Rubab, Asst. Prof., Dept. of Urdu, Govt. Graduate College for Women, Faisalabad.*
Dr. Shabbir Ahmad Qadri, Assoc. Prof., Dept. of Urdu, Govt. College University, Faisalabad.

Abstracts

Eastern and western philosophy and literature's impacts Iqbal have a particular importance in the construction of Allama Iqbal's ideology. The Persian, Urdu and Punjabi poetry have a marvelous status in world's literature. The dignity of human is a big factor of eastern poetic ideology. A genius artist can't come into existence at the page of this material world and can't give the deep and rich art to literature without the step by step evolutionary revolution of humanity. In thus way Allama Iqbal is affected by the hundreds of year's poetic tradition of Persian, Punjabi and Urdu literature and by the philosophical thoughts of western philosophers. In Persian poetry Hakim Sanai first time represents the mystical dimensions, Maulana Rum represents the concept of deep and pure love for God and for humanity. Khwaja Hafiz Shirazi represents high artistic approach. Mirza Bedil's unique thoughts and Quratul 'Ain Tahira's courage and bravery, Iqbāl accepts all these impacts

❁ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، گورنمنٹ گریجویٹ کالج برائے خواتین، فیصل آباد
❁❁ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی، فیصل آباد

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

of Persian poets. Iqbal is affected by the great Urdu poet Mir Taqi Mir's poetical deep love, his sense of era and his revolutionary concept of grief, by the great philosophy of Mirza Ghalib and by some other poets like Mirza Dagh, Maulana Hali and Akbarabadi. Iqbal is also affected by great Punjabi poets Baba Bulhy Shah and Sultan Bahu. In the other hand Iqbal have also accepted some western philosopher's unique thoughts like Goethe, Bergson, Nietzsche, Kant, Hegel, Fichte, Karl Marx and Lenin. In this article the effort is done to analyses the eastern and western impacts on Iqbāl's poetry, in short discussion.

Keywords: Eastern, Western, Impacts, Persian, Urdu, Punjabi, Tradition, Intuition, Philosophy, Conscious.

اقبال ایک فلسفی شاعر ہیں اور فلسفہ ہمیشہ ماضی کے افکار سے ارتباط و اختلاف کرتا ہے۔ فلسفے کا کام فکر کو متحرک رکھنا ہے۔ اسی لیے اقبال کے ہاں حرکت کا اصول بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ اقبال کے فلسفیانہ افکار کے پس منظر میں مشرق کا فیضان اور مغرب کے ماخوذات دونوں کی تصویریں اُبھری ہوئی نظر آتی ہیں۔ ان مشرق و مغرب کے اثرات کو اقبال نے شاعرانہ جذبات کی آمیزش سے اپنی انفرادیت کا رنگ دیا ہے۔ اقبال کی شاعری ان کی جگری کاوش کا نتیجہ ہے:

نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خونِ جگر کے بغیر(۱)

اقبال کی انفرادیت اپنی جگہ مسلّم ہے۔ اگرچہ ان کا فکری سفر مشرق و مغرب سے اثر پذیری کا حامل ہے۔ ''مغربی حکما کے بھی بہترین افکار سے اقبال نے فائدہ اُٹھایا ہے۔ کہیں ان کا نام لیا ہے اور کہیں ان کے اندازِ فکر کو اپنے سانچے میں ڈھال لیا ہے۔ مگر وہ کسی کا مقلد اور خوشہ چین نہیں۔ اس نے جس کو بھی دیکھا اپنی محققانہ نظر سے دیکھا جو کچھ پسند آیا لے لیا اور جو کچھ جادۂ حقیقت سے ہٹا ہوا دکھائی دیا اُس کی تردید کر دی۔''(۲) اقبال نے اگر مشرقی اور مغربی مفکرین کے خیالات کو اپنایا ہے تو اسی حد تک جس حد تک وہ انھیں قابلِ قبول تھے اس کے بعد انھوں نے اپنا راستہ الگ اختیار کیا۔ مغربی خیالات کو جانچنا، پرکھنا اور انھیں اپنانا یا رد کرنا کسی بھی فن کار کی عظمت

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

کی دلیل ہے۔"(۳)

کوئی نابغہ روز گار اچانک وجود میں نہیں آجاتا بلکہ اس کے پیچھے صدیوں کا سفر کار فرما ہوتا ہے۔ انسانیت زینہ بہ زینہ اپنی منزل کی طرف گامزن رہتی ہے اور منزل بہ منزل نت نئے انکشافات ہوتے چلے جاتے ہیں۔ انسانیت کا اجتماعی لاشعور زمان و مکاں سے ماوریٰ فکر و فن کے ظہور، اس کی نمو میں بے قرار رہتا ہے اور وقت آنے پر کسی عظیم فن کار کے شعور میں ظہور پاتا ہے، جس طرح آبشاروں کا حُسن چاندنی جیسے شفاف ندی نالوں سے ہوتا ہوا بحر بیکراں کی وسعتوں میں کھو جاتا ہے بالکل اسی طرح بہت سے عظیم سُخن کار زمانی حدود کو پھلانگتے ہوئے کسی جامع صفات فن کار میں کھو جاتے ہیں، اپنا فن اس کے فن میں سمو دیتے ہیں اور پھر اس کی آواز ان سب کی آواز بن جاتی ہے جو ان صداؤں کی بازگشت بھی ہے اور اپنی الگ شناخت بھی رکھتی ہے کہ آخر یہ کیسی صدا ہے، کس دل کا سوز اور کیسے حلقوم کا ساز ہے جو سب کا ترجمان ہے۔ یہی صوتحال کلام اقبال کی ہے اگر عجمی شاعری کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو کلام اقبال بہت سے شعرا کی صدائے بازگشت ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اپنی انفرادیت بھی رکھتا ہے۔

فارسی شعرا میں حکیم سنائی کی مثنوی "حدیقۃ الحقیقت" اخلاق و روحانیت پر، سنائی کا عظیم شاہکار ہے۔ حکیم سنائی کے ذہنی انقلاب کے بعد کی شاعری، خیالات کے ترفع اور حکیمانہ گہرائی سے لبریز ہے۔ وہ ارفع حقیقتوں سے روشناس کراتے ہوئے تزکیہ باطن پر زور دیتے اور ظاہر پرستی سے اجتناب کی تاکید کرتے ہیں۔ ان کے ہاں انسانی زندگی میں خود شناسی کی منزل انسان میں تسخیرِ کائنات کی قوت پیدا کرتی ہے۔ لامحالہ اقبال نے حکیم سنائی کے افکار سے خوشہ چینی کی ہے۔ "بالِ جبریل" اور مثنوی "پس چہ باید کرد اے اقوام شرق مع مسافر" میں حکیم سنائی کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ سنائی کے مزار پر حاضری دی ہے اور اُن کی روح سے مخاطب ہوتے ہیں۔ سنائی فارسی کے پہلے شاعر ہیں جنھوں نے باطنی اسرار و رموز کو شاعری میں بیان کیا ہے۔

فرید الدین عطار کی مثنوی "منطق الطیر" ایک تمثیلی مثنوی ہے۔ اس میں پرندے صوفیانہ اوصاف کی مجسّم وادیوں سے گزرتے ہوئے سی مرغ کو تلاش کرتے ہیں۔ اسے پالینے کے بعد پرندوں پر یہ راز منکشف ہوتا ہے کہ ان میں اور سی مرغ میں کوئی فرق نہیں گویا یہ مثنوی خود شناسی کا سفر ہے۔ اقبال کے نظریہ خودی پر اس کے واضح اور نمایاں اثرات ہیں۔ عطار کے روحانی مقام و مرتبے کے باعث مولانا روم بھی ان کے عقیدت مند ہیں۔

مولانا جلال الدین رومی کا کلام فارسی ادب میں پاکیزگیٔ افکار اور وسعتِ قلب و نظر کے باعث، لازوال مقام کا حامل ہے۔ اقبال نے جابجا مولانا روم کی تعریف کی ہے۔ انھیں اپنا روحانی مرشد تسلیم کیا ہے۔ اکثر ان کے

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

نام کے ساتھ "مرشد" یا "پیر" کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ فکرِ اقبال پر پیرِ روم کے اثرات صاف نظر آتے ہیں۔ اقبال کی ہر تصنیف میں "بانگِ درا" سے لے کر مثنوی "پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق" تک، ہر جگہ مولانا روم کا ذکر ہے۔ ان کی زمین میں اقبال نے غزلیں بھی کہی ہیں۔

فارسی کے عظیم شاعر حافظ شیرازی کے ہاں حکمت و دانش، روحانیت اور عشق کے مضامین فن کارانہ چابک دستی کے ساتھ رواں دواں اور مترنم بحروں میں نظر آتے ہیں۔ اقبال، حافظ کے فن سے بے حد متاثر ہیں۔ اگرچہ فکری حوالے سے ان کی مخالفت بھی کرتے ہیں مگر فنی حوالے سے حافظ کے قدردان بھی ہیں۔

فارسی شعرا میں اقبال، امیر خسرو اور قرۃ العین طاہرہ کے فکر و فن سے بھی متاثر ہیں۔ امیر خسرو کا عارفانہ کلام اور قرۃ العین طاہرہ کی بے باکی و جرأت اقبال کے لیے باعث کشش ہے۔

اردو شعرا کی ایک طویل فہرست ہے جن کے اثرات اقبال نے شعوری یا لاشعوری طور پا قبول کیے۔ خدائے سُخن میر تقی میر کے ہاں عشق کا اعلیٰ وارفع تصور ہے جو روح کی بالیدگی کا باعث ہے۔ میر کا تصورِ غم ایسا نسخۂ کیمیا ہے جو خام کو پختہ بناتا ہے اور کثافت کو لطافت سے ہم کنار کرتے ہوئے انسان کو خاک کے پردے سے نکالتا ہے۔ بلاشبہ فکرِ اقبال کی تشکیل میں یہ عناصر بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ میر کا تصورِ انسان، اقبال کے تصورِ خودی سے قریب تر ہے اور میر کا تہذیبی شعور کلامِ اقبال میں سیاسی نظریات کی صورت نظر آتا ہے۔ میر کی سادگی اور درویشی کا عکس اقبال کی شاعری میں چھلکا پڑتا ہے۔ سودا کی شہر آشوب ان کے قومی درد کی ترجمان ہے۔ یہی ملی جذبہ اقبال کے ہاں بھی نظر آتا ہے۔ میر درد کے صوفیانہ طرز بیاں اور وسعتِ انسانی کے پہلو اقبال کے لاشعور پر اپنا اثر چھوڑتے ہیں۔ نظیر اکبر آبادی کی شاعری میں صوفیانہ مضامین اقبال کے تصورِ فقر میں نظر آتے ہیں۔ مرزا اسد اللہ خاں غالب کی رفعتِ تخیل اور شاعرانہ عظمت کو اقبال نے خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ اقبال کی پوری طویل نظم کوئی جامع تصور یا پوری مثنوی غالب کے ایک ایک شعر کی تفسیر معلوم ہوتی ہے۔ اقبال کے بہت سے اشعار کلامِ غالب سے ہم آہنگ ہیں۔ غالب کی خودداری اقبال کے فقر و استغنار پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ اقبال کی بلند پروازی غالب کے ارفع تصورات کی رہین ہے۔ مرزا داغ کے فنی کمال کو بھی اقبال نے خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ اقبال ان کے شاعرانہ رنگ سے متاثر تھے اسی باعث اپنا ابتدائی کلام اصلاح کی غرض سے انھیں بھیجا۔ کلام بیدل بھی اقبال کی شاعری پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اقبال نے بیدل کی توصیف میں بھی نظم لکھی ہے۔ حالی کی قومی شاعری اور ماضی پرستی سے اقبال نے براہِ راست استفادہ کیا۔ حالی جو "بزم

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

دہلی" کی آخری یادگار ہیں اپنے دونوں رنگوں، جدید اور قدیم کے ساتھ بزمِ اقبال میں بھی موجود تھے۔ انجمن حمایتِ اسلام کے جلسوں میں حالی اور اقبال ایک ساتھ نظمیں بھی پڑھتے رہے۔ اقبال نے اپنے جوش وولولہ سے وہ کام لیا جو حالی نے اخلاقی اقدار کے زوال اور ماضی کی نوحہ گری سے لیا تھا۔ یوں حالی کی انفعالیت اقبال کی فعالیت کے لیے سنگِ میل ثابت ہوئی۔ اقبال، اکبر الٰہ آبادی سے گہری عقیدت رکھتے۔ ان کے ساتھ خط کتابت میں تبادلہ خیال کرتے اور انھیں "مخدومی" کہہ کر مخاطب کرتے۔ اکبر کے رنگ میں ظریفانہ اشعار کہہ کر اقبال نے انھیں خراجِ عقیدت پیش کیا۔ اکبر مغربی تہذیب کے سب سے بڑے نقاد تھے۔ انھوں نے طنز وظرافت سے وہ کام لیا جو سنجیدہ شاعری سے نہیں لیا جاسکتا۔ انگریز سامراج اور اس کی شاطرانہ چالوں کو اکبر نے جس طرح تشت از بام کیا اقبال اس سے بہت متاثر ہوئے اور اپنے کلام میں بھی مغربی تہذیب کے کھوکھلے پن کو آشکار کیا۔ اقبال کو کچھ شعرا سے ذہنی یا فکری اختلاف ہو سکتا ہے لیکن اس حقیقت سے مفر نہیں کہ عجمی شاعری زینہ بہ زینہ ارتقائی منازل طے کرتی ہوئی اقبال کو ذہنی ورثے میں ملی۔ اسی طرح پنجابی شاعری بھی اپنے طویل پس منظر کے ساتھ عہدِ اقبال میں موجود تھی۔ گو کہ اقبال نے پنجابی شاعری نہیں کی یا پنجابی شعرا سے براہِ راست استفادہ نہیں کیا لیکن اس دور میں برصغیر پاک وہند کا ہر علمی گھرانہ پنجابی شاعری کا ذوق رکھتا تھا جو قوم کے اجتماعی شعور کا حصہ تھی۔ اس طرح بلھے شاہ، سلطان باہو، شاہ حسین، میاں محمد بخش اور پیر مہر علی شاہ جیسے شعرا کا عارفانہ کلام بھی شاعر مشرق کے شعور و لاشعور پر اثر انداز ہوا۔ ان تمام حقائق کے باوجود اقبال کی عظمت اور انفرادیت اپنی جگہ مسلّم ہے۔ ان کا منفرد اسلوب دلوں کو گرماتا ہے اور مائل بہ عمل کرتا ہوا تسخیر کی بے پناہ صلاحیت رکھتا ہے۔

بلاشبہ ہر عظیم شاعر اپنی شعری کائنات خود تخلیق کرتا ہے۔ اس کا مشاہدہ اور تجربہ، اس کا خونِ جگر اور اس کی صداقت فن کی عمارت کو مسالا فراہم کرتی ہے۔ لیکن فن کی موجودہ حالت غیب سے وجود میں نہیں آجاتی ہے بلکہ فن کی روائت ماضی سے منسلک ہوتی ہے جس میں ماضی، حال اور مستقبل ایک ہو جاتے ہیں۔ ہر فن کار کو جو روایت ورثے میں ملتی ہے، وہ اسے اپنی انفرادیت کا رنگ دے کر آگے بڑھا دیتا ہے یوں کوئی بھی عظیم فن پارہ ماضی کی روایات کا امین ہوتا ہے۔ اقبال کی عظمت کسی تعارف کی محتاج نہیں لیکن یہ امر قابل غور ہے کہ اقبال کو اقبال بنانے والے تشکیلی عناصر کیا تھے۔ شاعری الہام وجدان کا ایسا اظہار ہے جو خود بھی اپنی حقیقت کا پورا ادراک نہیں رکھتی۔ ضروی نہیں کہ شاعر خود اس حقیقت کا شعوری اعتراف کرے۔

مغربی مفکرین میں برگساں فرانسیسی فلسفی ہے جس نے تخلیقی ادب اور ادیب کو سائنس اور سائنس داں

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

سے بلند قرار دیا۔ ''برگساں وہ عظیم فلسفی اور فن کار ہے جس نے ادب و فن، فن کار کی فطرت اور اس کے کارناموں کے متعلق اپنے گراں قدر خیالات کا اظہار کیا ہے۔''(۴) اس کے نزدیک سائنس حقیقتِ کائنات دریافت نہیں کر سکتی جبکہ فن کار کی وجدانی طاقت مادہ کو تسخیر کر لیتی ہے اور روحِ حقیقت تک پہنچ جاتی ہے۔ برگساں نے اپنے فلسفہ میں عقل اور وجدان پر بحث کی ہے وہ سائنس کے تجزیاتی اور تجرباتی عمل سے زیادہ وجدانی صلاحیت کو ذریعۂ علم سمجھتا ہے۔ اقبال کی برگساں سے ملاقات ہوئی تو اس موضوع پر ان کی گفتگو بھی ہوئی۔ اقبال برگساں کے اس نظریے سے متاثر ہوئے جو سائنس اور مادیت کے عہد میں ایک مغربی مفکر کا منفرد طرزِ فکر تھا۔ برگساں کے نزدیک مادی ترقی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتی۔ حقیقت تک رسائی روحانیت اور وجدان کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ وہ وجدان کو عقل پر فوقیت دیتا ہے۔ اس کے نزدیک وجدان کے ذریعے حقیقت کی گہرائی تک جانا ممکن ہے۔ ''برگساں نے عقل اور وجدان کے درمیان ایک نمایاں حدِ فاصل قائم کی ہے۔ وجدان اس کے نزدیک جبلت ہی کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے۔''(۵) برگساں کے فلسفہ کی بنیاد تغیّر ہے اسی تغیّر سے حرکت کا عمل جاری رہتا ہے۔ اس کے مطابق کائنات کی حقیقت ایک مسلسل تخلیقی عمل ہے۔ اقبال کے ہاں بھی یہی نظریہ ہے:

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آرہی ہے دما دم صدائے کن فیکون(۶)

اقبال کے اصولِ حرکت پر برگساں کے نمایاں اثرات ہیں کہ کائنات کی مسلسل حرکت اپنے راستے میں آنے والی رکاوٹوں کو اپنے اندر سمو لینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اقبال کی خودی بھی اسی حرکت سے تعبیر ہے جسے وہ عشق کا نام دیتے ہیں۔ دونوں مفکر قوتِ حافظہ کو احساسِ نفس کی اہم خصوصیات سمجھتے ہیں۔ دونوں کے نزدیک انسانی شعور ماضی و مستقبل پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ماضی سے جوہرِ حیات لے کر مستقبل کی تعمیر کرتا ہے۔ حیاتِ انسانی خارجی عالم سے وابستہ ہے جو پیہم رواں دواں ہے۔ ہستی کی مسلسل حرکت مقصدیت کے تحت ہے۔ یہی مقصدیت برگساں کے نزدیک زندگی کا مقصود ہے ان نظریات سے اقبال کو زبردست قوتِ تحریک ملی ہے۔ اقبال اور برگساں کا تصورِ وقت بھی آپس میں مطابقت رکھتے ہیں۔ برگساں کے نزدیک ماضی ایک حافظہ ہے اور مستقبل امید جبکہ حال میں حافظہ بھی ہے اور امید بھی۔ اقبال بھی یہی سمجھتے ہیں کہ ماضی، حالی اور مستقبل ایک ہی زمانہ ہے۔ کبھی مستقبل حال بن جاتا تو کبھی حال ماضی۔ برگساں کے تصورِ وقت کی ایک اصطلاح ریاضیاتی وقت (Mathematical Time) اور دوسری مدت (Duration) ہے جسے اقبال نے وقت کی رو کہا ہے:

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

تیرے شب و روز کی اور حقیقت ہے کیا
ایک زمانے کی رو جس میں نہ دن ہے نہ رات(۷)

علی سردار جعفری کہتے ہیں:

برگساں کے یہاں تصورِ وقت کی دو قسمیں ہیں ایک پیمائشی وقت (Serial Time) جسے ہم محدود وقت بھی کہہ سکتے ہیں یہ سیکنڈ، گھنٹا، رات، دن، ہفتہ، مہینا اور سال میں ناپا جا سکتا ہے۔ دوسرا خالص وقت جس کو برگساں نے دوران (Duration) کہا ہے۔(۸)

اقبال سمجھتے ہیں کہ انسان عقل و عشق کی آمیزش اور خودی کی تکمیل سے پیمائشی وقت پر غالب آجاتا ہے اور عالمِ آب و گِل سے ماوریٰ ہو جاتا ہے۔ یہ انسان وقت کا راکب ہے۔ یہ کمال اقبال کے مردِ قلندر کی صفت ہے:

مہر و ماہ و انجم کا محاسب ہے قلندر
ایام کا مرکب نہیں راکب ہے قلندر(۹)

اور اگر انسان عشق سے بے نیاز ہے صرف عقل اس کی رہبر ہے تو یہ عیار عقل اسے غلام بنا دیتی ہے وہ عالمِ آب و گل کا اسیر ہے اور زمانہ اس کے لیے عبرت کا تازیانہ ہے جیسا کہ مغربی سامراج۔ "بالِ جبریل" کی نظم "زمانہ" ملاحظہ ہو:

جو تھا نہیں ہے جو ہے نہ ہو گا یہی ہے اک حرفِ محرمانہ
قریب تر ہے نمود جس کی اسی کا مشتاق ہے زمانہ
مری صراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں
میں اپنی تسبیحِ روز و شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ
ہر ایک سے آشنا ہوں لیکن جدا جدا رسم و راہ میری
کسی کا راکب کسی کا مرکب کسی کی عبرت کا تازیانہ(۱۲)

"مسجدِ قرطبہ" کے پہلے بند اور "خضرِ راہ" کے ذیلی عنوان "زندگی" میں بھی اقبال کا تصورِ وقت واضح ہوتا ہے۔ اقبال اور برگساں کے تصورِ وقت میں خطِ فاصل مذہب ہے۔ "کائناتی وقت برگسوں اور اقبال دونوں کے نزدیک امکانی ہے۔ جہاں دورانِ خالص کا سرور مردِ حُر کا امتیاز ہے وہیں زماں کی قید عبد یا محکوم کی نشانی۔"(۱۱) اقبال نے اپنا تصورِ وقت "ساقی نامہ" نظم میں بھی واضح کیا۔ اس کے علاوہ بھی وہ زمان و مکاں سے بالاتر عشق کا نظریہ پیش کرتے ہیں:

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زناری
نہ ہے زماں نہ مکاں لا اِلٰہ الا اللہ(۱۲)

عشق و وجدان اقبال کے ہاں بھی عقل سے برتر ہے لیکن برگساں وجدان کو فرد کار ہنما قرار دیتا ہے۔ اس کے نزدیک اجتماع سے انسان کا تعلق جبری اور ظاہری ہے جبکہ اقبال کے ہاں اجتماع سے متصل ہونا ہی فرد و قوم کی بقا ہے۔ اقبال نے خطبات میں فکرِ برگساں سے اختلاف بھی کیا ہے۔

نیٹشے

پادریوں کے گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ بائبل کے ساتھ اس کی روحانی و قلبی وابستگی گہری تھی۔ بچپن سے ہی تنہائی میں بیٹھ کر بائبل کی تلاوت کرتا تھا۔ یوں اس کے اندر مذہبی عقائد راسخ ہو گئے۔ ۱۸ سال کی عمر میں نیٹشے خدا اور عیسائیت کا منکر ہو گیا لیکن اس کا دل اب بھی عیسائیت کی طرف مائل تھا۔ خارجی انکار اس کے ذہنی انتشار کا باعث بنا اور وہ خلوت نشیں ہو گیا۔ اس طرح وہ ساری عمر روح اور مادہ کے تصادم میں ذہنی کرب کا شکار رہا۔ اس کا زمانہ یورپ کی مادی اور سائنسی ترقی کا زمانہ تھا۔ سیاسی اور اقتصادی طور پر بھی یورپ ترقی یافتہ تھا۔ صنعتی انقلاب نے زندگی کی رفتار تیز کی تو معاشرہ روح و مادہ میں توازن نہ رکھ سکا اور روحانی زوال کا شکار ہو کر غیر متوازن ہو گیا۔ نیٹشے کی بغاوت در حقیقت اسی عدم توازن سے بغاوت تھی۔ یہ دل و دماغ کی کشمکش تھی جس نے اسے مجذوب بنا دیا جبھی تو اقبال نے کہا تھا:

گر نواہی خواہی ز پیش او گریز — در نئے کلکش غیر تند راست
نیشتر اندر دل مضرب نشرد — دستش از خونِ چلیپا احمر است
آن کہ بر طرحِ حرم بت خانہ ساخت — قلب او مومن دماغش کافر است
خویش او ناراں نمرود سوز — زاں کہ بستانِ خلیل از آزر است(۱۳)

نفسیاتی مسائل کے باعث جو کہ کسی بھی مادہ پرست معاشرے کا خاصا ہیں۔ وہ اپنے دل و دماغ کو یکجا نہ کر سکا اور خرابی صحت کا شکار ہو گیا اسی باعث اس کا فلسفہ بھی غیر مربوط اور منتشر افکار کا حامل ہے۔ نیٹشے نے عزم للقوۃ کو بہت اہم گردانا اور مسیحی کمزور اخلاقیات پر نہ صرف تنقید کی بلکہ اسے رد کر دیا۔ نیٹشے کے نزدیک تعلیم کا مقصود انسان میں استقامت پیدا کرنا ہے جس کے باعث انسانیت کا ارتقائی سفر طے کرنے کی ہمت و قوت حاصل ہو۔

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

اقبال اس تصورِ تعلیم سے متاثر ہیں۔ نیٹشے نے "فوق البشر" کا نظریہ پیش کیا۔ پروفیسر مظفر الدین ندوی نے اپنی کتاب "نیٹشے" کے دیباچے میں اس کے فکر و فلسفہ کو مختصر بیان کیا ہے جس کے مطابق دنیا اچھی ہے نہ بری، بنی آدم کا ابھی تک کوئی مقصدِ حیات نہیں "فوق البشر" ایک نصب العین بنائے گا جس سے انسان کی قوت بڑھے گی۔ ہر وہ مذہب، قانون، اخلاق اور سیاست جو "فوق البشر" کے ظہور میں تاخیر کا باعث ہو اس کو ختم کر دینا چاہیے، صرف زبردست اور مضبوط ارادے کے اشخاص کا تیار کردہ قانون مقاصدِ عالیہ کے حصول کا باعث ہو سکتا ہے۔ مسیحی مذہب غلاموں کی اخلاقیات رکھنے کے سبب حیاتِ انسانی کا سب سے بڑا دشمن ہے، مسیحیت انسانیت کے دامن پہ بدنما دھبا ہے، فوق البشر کے ظہور تک اعلیٰ افراد کا گروہ تشکیل دینا ضروری ہے جو فوق البشر کے ظہور کی راہ ہموار کرے گا، انسانی ترقی کے لیے قوانینِ مناکحت پر تمدنی ضرورت کے تحت نظر ثانی کرنی چاہیے، نوجوانوں کو نافع تعلیم دیں، متحدہ یورپ قائم کریں اور مسیحیت کو نیست و نابود کر دیں یہ اس کی تجاویز ہیں۔

فکرِ اقبال پر نیٹشے کے نظریات کا اثر ہے۔ "نیٹشے نے زندگی کو فلسفیانہ نقطہ نظر سے زیادہ صوفیانہ زاویہ نگاہ سے دیکھا ہے۔ اسی باعث اس کو انسانی زندگی کے مسائل میں کافی دلچسپی ہے۔"(۱۴) اقبال نے اپنی ڈائری میں "نیٹشے کی دیوانگی" کے عنوان سے لکھا ہے۔ "نیٹشے کا فلسفہ کم سے کم اخلاقیات کی دنیا میں یورپی کردار کے عقلی جواز کی ایک کوشش ہے۔"(۱۵) قیامِ یورپ کے دوران میں اقبال اس سے متاثر ہوئے لیکن رفتہ رفتہ اس کے اثرات کم ہوتے گئے۔ اقبال نیٹشے کے فلسفے کا محرک اس کے وجدان اور قلبی واردات کو سمجھتے ہیں اور اس کے انکارِ خدا کی روایت پر یقین نہیں رکھتے۔ اقبال کے نزدیک نطشے اپنی وارداتِ قلبی کی تاب نہ لا کر مجذوب ہو گیا۔ اقبال نے کہا ہے:

اگر ہوتا وہ مجذوبِ فرنگی اس زمانے میں
تو اقبال اس کو سمجھاتا مقامِ کبریا کیا ہے(۱۶)

اقبال اور نیٹشے دونوں تعلیم کو تربیت کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ دونوں حال سے بیزار، مستقبل سے پُر امید اور اجتماعی مسائل کا حل ایک طاقت ور انسان کے ارادے میں تلاش کرتے ہیں۔ "اور سب سے بڑی بات یہ کہ دونوں ہی مغربی تہذیب کے ظاہری وقار سے چڑھے ہوئے تھے اور اپنی اپنی وجہوں سے اس کے خاتمے کا حکم لگا رہے تھے۔"(۱۷) اقبال اور نیٹشے میں قوت اور عمل کی فکر بھی مشترک ہے۔ دونوں کے نزدیک ہمت و استقامت، نیکی اور برائی و کمزوری، بدی ہے۔ نیٹشے خدا کا منکر تھا لیکن اقبال سمجھتے ہیں کہ اس کے افکار کے نتائج اسلامی تعلیمات

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

کے قریب ہیں۔ نیٹشے کا فوق البشر اعلیٰ نصب العین کا حامل ہے لیکن جب اقبال کے تصورِ مردِ مومن کو اس سے ماخوذ قرار دیا گیا تو اقبال نے اس کی تردید کی "میں نے آج سے بیس سال قبل "انسانِ کامل" کے صوفیانہ عقیدے پر قلم اٹھایا تھا اور یہ وہ زمانہ ہے جب نہ تو نیٹشے کے عقائد کا غلغلہ میرے کانوں تک پہنچا تھا اور نہ اس کی کتابیں میری نظر سے گزری تھیں۔"(۱۸) دونوں کے مثالی انسان کے نظریے میں مماثلت محض اتفاقی ہے صرف قوت ان کی قدرِ مشترک ہے۔ فوق البشر صرف رزم کا انسان ہے بزم کا نہیں۔ اقبال کا مردِ کامل آئین کی پابندی اور ضبطِ نفس سے طاقت حاصل کرتا ہے۔ نیٹشے کا فوق البشر کسی قانون کا پابند نہیں۔ نیٹشے کا انسان صرف اس دنیا کا نظام چلانے کے لیے ہو گا جبکہ اقبال کا مردِ کامل تسخیرِ کائنات کی طاقت رکھتا ہے اور اس کی تقویم میں وہ زمانے بھی شامل ہیں جن کی وضاحت اس محدود دنیا کے لسانی نظام میں ممکن نہیں۔ "اقبال کا "انسانِ کامل" اخلاقِ فاضلہ کا نمونہ ہے جو اپنی زندگی میں اعلیٰ قدروں کو تخلیق کرتا ہے۔ برخلاف اس کے نیٹشے کا "فوق البشر" کسی اخلاق کا قائل نہیں۔"(۱۹) اقبال کا مردِ مومن مقاصدِ حیات اور آرزوئے حیات کی تکمیل اپنے ارادے اور کردار کی طاقت سے کرتا ہے، رزم و بزم میں پاک دل و پاکباز ہے اگرچہ بحر و بر اس کی ہیبت سے کانپتے ہیں لیکن ابریشم کی طرح نرم بھی ہے۔ اقبال نے مردِ کامل کے جو اوصاف بیان کیے ہیں وہ نیٹشے کے "فوق البشر" سے محض اتفاقی مماثلت رکھتے ہیں۔ "اقبال جہاں نیٹشے کے قلبی واردات کے قائل ہیں وہاں اس کے فلسفیانہ افکار کے قائل نہیں۔"(۲۰)

مجذوبِ فرنگی نے بہ اندازِ فرنگی — مہدی کے تخیّل سے کیا زندہ وطن کو
اے وہ کہ تو مہدی کے تخیّل سے ہے بیزار — نومید نہ کر آہوئے مشکیں سے ختن کو(۲۱)

نیٹشے کے فوق البشر میں انس و محبت اور لطف کرم مفقود ہیں وہ قوت کے استعمال میں اخلاقی حدود کی پاسداری نہیں کرتا جبکہ اقبال کا مردِ مومن اطاعت و ضبطِ نفس کے مراحل سے گزر چکا ہے۔ جلال و جمال دونوں سے متصف ہے:

افلاک سے اس کی حریفانہ کشاکش — خاکی ہے مگر خاک سے آزاد ہے مومن
جچتے نہیں کنجشک و حمام اس کی نظر میں — جبریل و سرافیل کا صیاد ہے مومن(۲۲)

نیٹشے کے سخت کوشی، خطرے کی زندگی بسر کرنے، قوت کو نیکی سے تعبیر کرنے جیسے افکار سے اقبال متاثر ہیں اور یہ اثرات کلامِ اقبال میں بھی نظر آتے ہیں۔ نیٹشے نے جمہوریت سے بیزاری ظاہر کی جسے اقبال پسند کرتے ہیں:

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

اس راز کو اک مردِ فرنگی نے کیا فاش ہر چند کہ دانا اسے کھولا نہیں کرتے
جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں بندوں کو گنا کرتے ہیں، تولا نہیں کرتے(۲۳)

اقبال نے نیٹشے کے تمام نظریات کو قبول نہیں کیا بلکہ انہی افکار کی تائید کی جو اسلامی نظریات کے قریب تھے۔ ان معنوں میں اقبال اور نیٹشے میں مماثلت ہے اور اقبال اس سے اثر پذیر ہوئے ہیں۔

کانٹ

کانٹ سے پہلے دور میں مابعد الطبیعیاتی فکر رائج تھی۔ ان موضوعات کو عقلی دلائل سے ثابت کیا جاتا لیکن کانٹ نے ثابت کیا کہ عقل کی حدود کیا ہیں اور مابعد الطبیعیات کی اپنی علم کی حیثیت ممکن ہے۔ اسے عقل سے ثابت کرنا ضروری نہیں۔ کانٹ نے اخلاقی مقاصد کو لا محدود قرار دیا جن کی تکمیل وقت کی قید میں نہیں بلکہ لازماں میں ممکن ہے اور یہ کہ اخلاقی مقاصد کی تکمیل کا سفر بقاے نفس کا ضامن ہے۔ کانٹ نے اس نقطہ نظر کی تردید کی کہ قوت مدرکہ تمام علوم کو بنیاد فراہم کرتی ہے۔ اس کے نزدیک حقیقت ہر حال میں حقیقت ہے خواہ انسانی ادراک کی رسائی حقیقت تک نہ ہو تو بھی وہ متاثر نہیں ہو گی۔ اقبال، کانٹ کی منطقی قطعیت کو پسند کرتے تھے اور اس سے متاثر بھی تھے۔ اقبال کی شاعری کا بنیادی نظریہ خودی ہے۔ کانٹ کے ہاں بھی خودی کا تصور پایا جاتا ہے۔ کانٹ نے یقین کو خودی کی بنیاد قرار دیا۔ اقبال اور کانٹ کی مماثلت کم کم ہی ہے لیکن اقبال نے کانٹ کے خودی کے تصور کا مرکزی خیال لے کر اسے اپنی شاعری میں پیش کیا۔ کانٹ ایک مابعد الطبیعیاتی مفکر تھا اور اقبال کی شاعری میں مابعد الطبیعیاتی افکار کی ترسیل ہے۔

ہیگل

ہیگل نے کانٹ کے تصورِ ثنویت کو وحدت میں تبدیل کرنے کی کوشش کی۔ اس نے تمام حقائق کو وحدت سے مربوط کرنے کی کوشش کی۔ ''تاریخ فلسفہ جدید'' میں رقم ہے ''عالم فطرت اور عالم روح دونوں میں قوانین و افکار عامہ حکمران ہیں جن کو منطق مجرد صورت میں پیش کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ کس طرح ایک تصور دوسرے تصور سے پیدا ہوتا ہے اس نظام کا دوسرا حصہ ''فلسفہ فطرت'' پر مشتمل ہے جس میں فکر و ہستی کو منطق تجرد کی صورت میں نہیں بلکہ خارجیت یعنی زمان و مکان کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔''(۲۴) اقبال نے کیمبرج سے فلسفہ

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

کے جرمن پروفیسر سے تعلیم حاصل کی جو ہیگل کے تصورات کے حامی تھے۔ اقبال نے ہیگل کی فکر پر اعتراضات بھی کیے لیکن اس کے جدلیاتی طریق کی کبھی مخالفت نہیں کی۔ کیمبرج کے ایام میں اقبال جرمن مفکرین کے افکار سے اثر پذیر ہوئے۔ ہیگل کے متعلق اپنی ڈائری میں لکھتے ہیں: ''ہیگل کا نظامِ فکر ''رزمیہ شعر منثور ہے۔''(۲۵) تعلیم کے دوران اقبال ہیگل سے متاثر تھے۔ ''مگر ہیگل کا فلسفہ اقبال کی شاعری اور مترنم روح کو راس نہیں آسکا۔''(۲۶) یہاں تک کہ اقبال نے ہیگل کے فلسفے کو رد کر دیا:

ہیگل کا صدف گُہر سے خالی ہے اس کا طلسم سب خیالی
آدم کو ثبات کی طلب ہے دستورِ حیات کی طلب ہے(۲۷)

یہ ثبات اور دستورِ حیات اقبال کو ہیگل کے فلسفے میں نہیں ملتا اس طرح اقبال ہیگل سے بہت کم اثر پذیر ہوئے ہیں۔ نٹیشے کو مغربی فلاسفہ میں اہم مقام حاصل ہے۔ اس کی زندگی میں یہی اس کے فکر و فلسفہ پر جامع مقالات تحریر ہو چکے تھے۔ نیٹشے نے ایغو (Ego) کی آزادی منفرد نظریہ اور خودی کا فلسفیانہ تصور پیش کیا۔ اس کے مطابق خودی کے عمل میں رازِ زندگی ہے۔ یہی عمل دراصل علوم کا سرچشمہ اور کردار کی روح ہے۔ ''نیٹشے نے اپنے فلسفہ کے ذریعے ''ایغو'' کی آزادی اور اس کی خود انتخابیت کی صلاحیت پر جس یقین و اعتماد کا اظہار کیا ہے۔ اب تک اس انداز میں کسی فلسفی نے نہیں کیا ہے۔''(۲۸) نیٹشے کے فکری نظام کی دو قسمیں ہیں۔ اوّل تصوریت دوم ادعائیت یعنی شئے کو تصور سے اخذ کرنا یا تصور کو شئے سے اخذ کرنا، اب یہ انسانی شعور پر منحصر ہے کہ وہ کون سا طریقہ اختیار کرتا ہے۔ نیشٹے نے اپنی دو کتابوں ''حقِ فطرت'' اور ''نظریہ اخلاق'' میں اپنے نظریۂ اخلاقیات پر مفصل بحث کی ہے۔ اس تصورِ جمالیات کے مطابق خودی پر ہی تمام صداقتوں کا انحصار ہے۔ خودی سے تخلیقی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ خودی کا زمان و مکان سے تصادم ناگزیر ہے۔ اسی تصادم سے ہر لمحہ زندگی اور کائنات حرکت میں ہے۔ اس کے فلسفے کی اساس خودی اور اس کے وجدانی تصور پر ہے۔ نیشٹے کے فلسفہ خودی یا ایغو کے عالمی فلسفے پر مثبت اثرات مرتب کیے۔

شکیل الرحمانی کے مطابق ''مغربی فلسفے میں نیشٹے وہ قد آور فلسفی ہے جس نے اس حسی تصور کو اپنے فلسفے کی بنیاد بنایا اور یہ کہا کہ ''ایغو'' سب کچھ ہے۔ خارج میں ہر نقش اس کا پرتو ہے۔ ''ایغو'' نہیں ہے یا کائناتی وجدان نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے جو کچھ نظر آتا ہے اس کی وجہ اس کا وجدان ہے ہر حقیقت اسی وجدان سے خلق ہوتی ہے۔''(۲۹) اقبال نے نیشٹے کا گہرائی سے مطالعہ کیا اقبال کے نظریہ خودی پر نیٹشے کے اثرات ہیں۔ نیٹشے نے انسانی

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

بقا اور ارتقا کے جو اخلاقیات پیش کی اس سے اس کے فلسفیانہ ذہن رسا کا اندازہ ہوتا ہے اس فلسفہ خودی حیاتِ انسانی کو فلاح سے ہمکنار کرتا۔ اقبال کے نظریات کا ماخذ اگرچہ اسلامی نظریات ہیں مگر فلاسفۂ مغرب سے اثر پذیری کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ اقبال نے آبِ حیات کے ہر چشمے کا پانی پیا ہے۔ "المانوی فلاسفہ میں نیٹشے کا نظریۂ حیات، اقبال کے نظریۂ حیات کے بہت مماثل ہے۔ چنانچہ اسرارِ خودی کے بعض اشعار میں خودی کے بابت نیٹشے کا استدلال دلنشیں اشعار میں منتقل ہو گیا ہے۔ نیٹشے نفسِ الٰہی اور نفس انسانی کو از روئے ماہیت خلاّق اور ارتقا کوش سمجھتا ہے۔"(۳۰) نیٹشے کے نزدیک خودی کی مزاحمت لازمی امر ہے۔ اقبال اسی مزاحمت کو تصورِ ابلیس کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔ نیٹشے خود کو مافوق الحواس کائنات میں محسوس کرتا ہے اور انہی لامحدود خلاوں میں قلبِ انسانی کو روشن کرتا ہے اور انسانی وسعت عالم پر حاوی ہو جاتی ہے۔ اقبال نیٹشے کے ان افکار سے متاثر ہیں:

نہ چینی و عربی نہ رومی و شامی سما سکا نہ دو عالم میں مردِ آفاقی(۳۱)

سما سکتا نہیں پہنائے فطرت میں مرا سودا غلط تھا اے جنوں شاید ترا اندازہ صحرا(۳۲)

اقبال انفرادیت کو اجتماعیت پر مقدم جانتے ہیں۔ "انفرادیت بلندی کی جانب حرکت ہے اور کائنات کی تمام اشیا اس عمل سے گزرتی ہیں۔ یہ زندگی کا نقطۂ عروج ہے جو انسان کی شخصیت بن جاتا ہے۔ شخصیت کے استحکام کی بدولت خودی ایک طرف تو ماحول اور مکان اور دوسری جانب زمان کو فتح کر لیتی ہے۔ آخر وہ تمام خودیوں کی عظیم ترین خودی یعنی ذاتِ خداوندی اور اس کی صفات کا قرب حاصل کر کے انسانِ کامل کو تشکیل دیتی ہے۔"(۳۳)

کارل مارکس

کارل مارکس کا اہم کارنامہ اشتراکیت کی تحریک کا آغاز کرنا ہے۔ اس کی تصنیف "داس کیپٹل" ایک معرکہ آرا تصنیف ہے۔ جس نے سرمایہ داری اور جاگیر داری کے خلاف ایک انقلاب برپا کر دیا۔ دنیا بھر میں اس کے اثرات مرتب ہوئے۔ "المانوی یہودی کارل مارکس نے انگلستان میں سکونت اختیار کر کے کارخانہ داری، زمینداری اور سرمایہ داری کے خلاف ایک مبسوط تحقیقی تصنیف مرتب کی جس کا نام ہی "داس کیپٹل" یعنی سرمایہ ہے۔ اس کتاب کو اشتراکیت کا صحیفہ گردانا جاتا ہے۔ اس کتاب کے مضمون کا لبِ لباب یہ ہے کہ کارخانہ داری، زمینداری اور سرمایہ داری چوری اور ڈاکے کی قسمیں ہیں۔ ان کا مدار مزدوروں اور کسانوں کا خون چوسنے پر

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

ہے۔"[۳۴] اقبال کارل مارکس کے نظریہ اشتراکیت سے متاثر تھے۔ "بانگِ درا" میں نظم "خضرِ راہ" اسی کی بازگشت ہے۔ لیکن اقبال کو اشتراکی نہیں کہا جا سکتا وہ صرف سماجی انصاف کی حد تک اس کے نظریات کو پسند کرتے تھے۔ اقبال نے مغربی مفکرین کا مطالعہ کیا اور اسی حد تک ان کا اثر قبول کیا جتنا کہ فردیا ریاست کی فلاح کے لیے ضروری تھا، کارل مارکس خدا کا منکر تھا اور ریاست کو مذہب سے آزاد رکھنا چاہتا تھا ظاہر ہے کہ اقبال وجودِ مطلق کے انکار کو تسلیم نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن ایک انقلابی اور وسیع ذہن کے مالک تھے اور اسلام کی وسعتِ فکر و نظر سے آگاہ تھے۔ اس لیے انھوں نے ہر اچھائی کو اپنے دامن میں سمیٹا اور کھلے دل سے اس کی تعریف کی۔ کارل مارکس کا سماجی انصاف کا تصور، اسلامی مساوات کے بہت قریب تھا اور دورِ حاضر میں استحصالی نظام کے خاتمے کا سبب بھی بن سکتا تھا اس لیے اقبال نے اسے پسند کیا۔ "اقبال نے مارکس کی معرکہ آرا تصنیف سرمایہ" کو مذہبِ اشتراکیت کی بائبل قرار دیا ہے اور اس کے فلسفہ کو سرمایہ داری کے خلاف قلمی جہاد قرار دیا ہے۔"[۳۵] لیکن کارل مارکس روحِ انسانی کے ساتھ انصاف نہ کر سکا اس لیے اس کا سماجی انصاف ادھورا ہے جو انسانِ کامل پیدا نہیں کر سکتا۔ اقبال کارل مارکس کی تعریف کرتے تھے لیکن اس کی لادینیت کے خلاف تھے۔ "ابلیس کی مجلسِ شوریٰ" میں تیسرے مشیر کی زبانی، کارل مارکس کے متعلق کہتے ہیں:

روحِ سلطانی رہے باقی تو پھر کیا اضطراب — ہے مگر کیا اس یہودی کی شرارت کا جواب
وہ کلیمِ بے تجلی، وہ مسیحِ بے صلیب — نیسب پیغمبر و لیکن در بغل دارد کتاب
اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا طبیعت کا فساد — توڑ دی بندوں نے آقاؤں کے خیموں کی طناب[۳۶]

اقبال نے "خضرِ راہ" میں سرمایہ داری کی مخالفت اور مزدور کی حمایت کی۔ "ضربِ کلیم" میں ایک نظم "اشتراکیت" کے عنوان سے ہے۔ "اشتراکیت وہ واحد غیر اسلامی تحریک تھی جس نے انھیں اپنے مساواتِ انسانی کے منشور، جذبہ و جوش اور جرأتِ کردار سے متاثر کیا تھا لیکن یہ ایک عارضی دور تھا۔"[۳۷] مجموعی طور پر اقبال اشتراکیت کے حامی تھے نہ سوشلزم کے، انھیں جمہوریت میں ملوکیت کے آثار نظر آتے تھے۔ "ابلیس کی مجلسِ شوریٰ" میں بھی ابلیس کو کسی نظام سے خطرہ نہیں وہ اشتراکیت سے تھوڑا سا خطرہ محسوس کرتا ہے لیکن اصل خطرہ اسے اسلامی نظام سے ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے، اقبال صرف اسلامی نظام کو بطور کلی نظام پسند کرتے ہیں۔ انھیں مارکسزم پر یہ اعتراض ہے کہ انھوں نے لا اِلٰہ تو کہہ دیا لیکن اِلا اللہ نہ کہہ سکے۔ اس لیے کہ ان کے پاس کوئی مردِ مومن نہ تھا۔ اقبال اس انقلاب سے صرف متاثر ہی ہوئے ہیں اور متاثر ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

اسلام بھی ملوکیت اور سرمایہ داری کا دشمن ہے اور انقلابِ روس نے بھی ملوکیت اور سرمایہ داری کو نشانہ بنایا۔ اس نظام کی بنیاد مادیت پر ہے جبکہ اقبال روحانیت کو مادیت پر مقدم جانتے ہیں۔

گوئٹے

گوئٹے ایک جرمن شاعر تھا۔ مشرقی اقتدار سے اس کی گہری وابستگی تھی۔ فارسی شعرا سے متاثر تھا، خصوصاً حافظ شیرازی کے فکر و فن، اس کی روحانی و وجدانی تاثیر نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ مغرب کی مادہ پرستی اور سرد روحانیت سے بیزار ہو کر اس نے "مغربی دیوان" لکھا جو اس کی مشرق سے عقیدت کا شاخسانہ تھا۔ اس دیوان کے جواب میں اقبال نے "پیامِ مشرق" لکھی اور گوئٹے کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ اقبال گوئٹے کے فکر و فن سے متاثر تھے، اس لیے "پیامِ مشرق" کے دیباچے میں اس کی خدمات کا اعتراف کیا ہے۔ گوئٹے کا دور اقبال سے سو سال قبل ہے، اس وقت جرمنی کے سیاسی حالات کم و بیش وہی تھے جو اقبال کے دور میں برصغیر کے حالات تھے۔ جرمنی کے سیاسی حالات سے گوئٹے کو دلچسپی نہ تھی، سیاسی حالات سے تنگ آ کر اس نے مشرقی روحانیت میں پناہ تلاش کی جو کہ دراصل انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔ گوئٹے کی حافظ شیرازی سے گہری عقیدت کے باعث اور خود اپنی وجدانی وابستگی کے زیرِ اثر بھی "پیامِ مشرق" میں اقبال کی غزل پر حافظ شیرازی کا رنگ غالب ہے۔ اقبال نے "پیامِ مشرق" کے دیباچے میں اعتراف کیا ہے کہ جس طرح حافظ لسان الغیب ہیں اور ترجمانِ اسرار ہیں، یہی خصوصیات گوئٹے میں بھی ہیں۔ جس طرح حافظ کی تراکیبِ شعری میں اک جہانِ معنی آباد ہے اسی طرح گوئٹے کے بے ساختہ پن میں بھی اسرار و حقائق جلوہ افروز ہیں۔ دونوں نے اپنے اپنے زمانے کے فاتحین کو متاثر کیا اور تباہی و بربادی کے زمانے میں اپنی طبیعت کے اندرونی اطمینان و سکون کو محفوظ رکھ کر اپنی ترنم ریزی کو جاری رکھنے میں کامیاب رہے۔ گوئٹے کو پیغمبر اسلام ﷺ اور قرآنِ پاک سے عقیدت تھی۔ اقبال نے "پیامِ مشرق" میں "جلال و گوئٹے" نظم لکھ کر گوئٹے کو غیر معمولی خراجِ تحسین پیش کیا ہے:

نکتہ دانِ المنی را در ارم صحبتے افتاد با پیرِ عجم
شاعرے کو ہمچو آں عالی جناب نیست پیغمبر ولے دارد کتاب[۳۸]

جرمنی کے نکتہ داں گوئٹے جنت میں مولانا روم کے ساتھ بیٹھے ہیں۔ گوئٹے، آنحضور ﷺ کی طرح پیغمبر تو نہیں ہے لیکن صاحبِ کتاب ہے۔ اس کی کتاب پُر از حکمت ہے اس میں نبی پاک ﷺ سے محبت اور قرآن سے

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

عقیدت ہے۔ گوئٹے نے رومی کے سامنے شیطان اور حکیم کے عہد و پیمان کا قصہ پڑھا ہے جو کہ ڈراما "فاؤسٹ" کی صورت میں ہے۔ جس پر مولانا روم نے اس کی تعریف و تحسین کی ہے۔ اسے منفرد تخلیق کار گردانا ہے جس کی پرواز بلند اور ہدف عظیم ہے، اس میں جرات و بے باکی ہے، اس کی فکر دل کے گوشۂ خلوت میں پروان چڑھی ہے اسی لیے حیات بخش ہے۔ اس نے اپنے اندر کے سوز و ساز اور جسم و روح کے ربط باہمی کا مشاہدہ کیا ہے۔ گوئٹے عشق کی رمز سے آگاہ ہے۔ عقل شیطان کو راندۂ درگاہ بناتی ہے جبکہ عشق تو قیر آدم کا سبب ہے گوئٹے نے عشق کا انتخاب کیا ہے۔ گوئٹے کے یہ اوصاف اس نظم میں مولانا روم کی زبانی بیان ہوئے ہیں اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اقبال کو گوئٹے سے کس قدر ربط ہے۔ یہ تمام اوصاف کلام اقبال میں بھی موجود ہیں گویا اقبال گوئٹے سے اس طرح اثر پذیر ہیں کہ دونوں کے قلب و وجدان کے فاصلے سمٹ گئے ہیں۔ اقبال نے "پیامِ مشرق" میں "حور و شاعر" کے عنوان سے جو نظم لکھی ہے وہ بھی "در جوابِ نظم گوئٹے موسوم بہ حور و شاعر" ہے۔ یہ نظم حور و شاعر کا مکالمہ ہے جس میں حور، شاعر سے کہتی ہے کہ نہ تجھے شرابِ طہور سے کوئی غرض ہے نہ تُو میرے حُسن کی طرف دیکھتا ہے۔ تیرے اندر جستجو کا میلان اور آرزو کی تڑپ ہے۔ شاعر کا جواب وفورِ شوق پر مبنی ہے، وہ عاشقِ زار ہے، بے چین و بے قرار ہے، وہ بہشت پر قناعت نہیں کر سکتا۔ یہ خیال خود اقبال کے بقول گوئٹے کی نظم کا مرکزی خیال ہے جو علامہ اقبال کی نظم کا محرک ثابت ہوا۔ "بالِ جبریل" کی غزل کے ایک شعر میں بھی اقبال نے یہی خیال پیش کیا ہے:

جس کا عمل ہے بے غرض، اس کی جزا کچھ اور ہے
حور و خیام سے گزر، بادہ و جام سے گزر (۳۹)

"پیامِ مشرق" کے دیباچے میں گوئٹے کی شعر اے فارس سے گہری وابستگی کا ذکر ہے نیز یورپ میں مشرقی تحریک کا آغاز بھی گوئٹے نے کیا۔ اس کی اسلام اور نبی کریم ﷺ سے اثر پزیری جیسے عوامل کے باعث اقبال گوئٹے سے متاثر ہیں۔

مسولینی روس کا پہلا صدر جس نے کارل مارکس کے اشتراکی نظریات کو نافذ کیا۔ یہ اشتراکیت کا نمائندہ ہے اس نظام نے روس میں ملوکیت کا خاتمہ کیا اقبال کہتے ہیں کہ ایک مدت سے انسان گندم کی طرح ملوکیت کے نظام کی چکی میں پس رہے تھے۔ جب انسانیت ملوکیت اور کلیسا کا فریب کھا چکی تو غلام نے آقا کی وہ قمیض پھاڑ ڈالی جو انسانیت کے خون سے رنگین تھی۔ اور اشتراکی نظام کی مدد سے بادشاہوں، جاگیر داروں، سرمایہ داروں اور

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

پادریوں کے ظالمانہ اور غیر مساویانہ نظام کا خاتمہ کر کے عوامی حکومت کی بنیاد رکھی عوامی انتقام کی چنگاریوں نے کلیسا کی چادر اور بادشاہ کی قبا جلا ڈالی۔ اقبال نے مسولینی کی توصیف کی ہے۔ مذکورہ بالا بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ اقبال جیسے عظیم شاعر اور مفکر کی، مشرق و مغرب کی شعری اور فکری روایت سے اثر پذیری مسلّم ہے۔

حواشی

۱۔ اقبالؒ، ''کلیاتِ اقبال (اُردو)''، (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۹۰ء)، ص ۴۲۸/ ۱۰۴
۲۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم، ''فکرِ اقبال''، (علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۷۷ء)، ص: ۳۷
۳۔ جگن ناتھ آزاد، ''اقبال اور مغربی مفکرین''، (نئی دہلی: مکتبہ جامعہ، ۲۰۱۱ء)، ص: ۸۹
۴۔ ڈاکٹر آفاق فاخری، ''فکر اقبال کے سرچشمے''، (لکھنؤ: نصرت پبلشرز، ۱۹۹۲ء)، ص: ۱۸۵
۵۔ اسلوب احمد انصاری، ''نقشِ اقبال''، (نئی دہلی: مکتبہ جامعہ، ۱۹۷۹ء)، ص: ۱۸۸
۶۔ اقبالؒ، ''کلیاتِ اقبال (اُردو)''، ص: ۴۰/ ۳۶۴
۷۔ ایضاً، ص: ۴۲۰/ ۹۶
۸۔ علی سردار جعفری، ''اقبال شناسی''، (نئی دہلی: مکتبہ جامعہ، ۱۹۷۶ء)، ص: ۱۰۳
۹۔ اقبالؒ، ''کلیاتِ اقبال (اُردو)''، ص: ۴۵۸/ ۱۳۴
۱۰۔ ایضاً، ص: ۱۳۴/ ۴۵۸
۱۱۔ ڈاکٹر عالم خوندمیری، ''زمان، اقبال کے شاعرانہ عرفان کے آئینے میں''، مشمولہ ''نقوش''، لاہور، اقبال نمبر، شمارہ دسمبر ۱۹۷۷ء، ص ۳۹
۱۲۔ اقبالؒ، ''کلیاتِ اقبال (اُردو)''، ص: ۲۷/ ۵۲۷
۱۳۔ اقبالؒ، ''کلیاتِ اقبال (فارسی)''، ص: ۲۸/ ۳۴۰
۱۴۔ ڈاکٹر آفاق فاخری، ''فکرِ اقبال کے سرچشمے''، ص: ۲۰۳
۱۵۔ ڈاکٹر عبدالحق (مترجم)، ''بکھرے خیالات''، (دہلی: جمال پریس، ۱۹۷۵ء)، ص: ۶۸
۱۶۔ اقبالؒ، ''کلیاتِ اقبال (اُردو)''، ص: ۶۱/ ۳۸۵
۱۷۔ ڈاکٹر ظ انصاری، ''اقبال کی تلاش''، (نئی دہلی: مکتبہ جامعہ، ۱۹۷۸ء)، ص: ۶۳
۱۸۔ تصدق حسین تاج (مرتب)، ''مضامینِ اقبال''، (حیدر آباد دکن: احمد پریس، ۱۹۶۲ء)، ص: ۶۴۔۶۵
۱۹۔ ڈاکٹر یوسف حسین خاں، ''روحِ اقبال''، (نئی دہلی: مکتبہ جامعہ، ۱۹۹۲ء)، ص: ۱۷۷
۲۰۔ جگن ناتھ آزاد، ''اقبال اور مغربی مفکرین''، ص: ۱۰۸
۲۱۔ اقبالؒ، ''کلیاتِ اقبال (اُردو)''، ص: ۵۵۸/ ۵۸
۲۲۔ ایضاً، ص: ۵۷۲/ ۷۲

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

۲۳۔ ایضاً، ص:۶۶۰/۱۶۰، ۶۶۱/۱۶۱
۲۴۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم (مترجم)، ''تاریخِ فلسفۂ جدید''، (حیدر آباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۴ء)، ص:۲۰۹
۲۵۔ ڈاکٹر عبدالحق (مترجم)، ''بکھرے خیالات''، ص:۵۵
۲۶۔ ڈاکٹر آفاق فاخری، ''فکرِ اقبال کے سرچشمے''، ص:۲۲۲
۲۷۔ اقبالؒ، ''کلیاتِ اقبال (اُردو)''، ص:۵۳۰/۳۰
۲۸۔ ڈاکٹر آفاق فاخری، ''فکرِ اقبال کے سرچشمے''، ص:۲۲۳
۲۹۔ ایضاً، ص:۲۲۴
۳۰۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم، ''فکرِ اقبال''، ص:۲۱۱
۳۱۔ اقبالؒ، ''کلیاتِ اقبال (اُردو)''، ص:۳۹۳/۶۹
۳۲۔ ایضاً، ص:۳۵۹/۳۵
۳۳۔ عبدالواحد معینی، ''اقبال: فکر اور فن''، (لاہور: ابوذر پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء)، ص:۶۸
۳۴۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم، ''فکرِ اقبال''، ص:۱۵۶
۳۵۔ ڈاکٹر آفاق فاخری، ''فکرِ اقبال کے سرچشمے''، ص:۲۳۲
۳۶۔ اقبالؒ، ''کلیاتِ اقبال (اُردو)''، ص:۷۰۵/۱۲
۳۷۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ''تنگنائے غزل، وسعتِ بیاں اور اقبال''، مشمولہ سہ ماہی ''صحیفہ''، مارچ اپریل ۱۹۷۸ء، مجلسِ ترقی ادب، لاہور، ص:۶۴
۳۸۔ اقبالؒ، ''کلیاتِ اقبال (فارسی)''، ص:۱۵۶/۳۳۲
۳۹۔ اقبالؒ، ''کلیاتِ اقبال (اُردو)''، ص:۴۲/۳۶۶

مآخذ

۱۔ آزاد، جگن ناتھ، ''اقبال اور مغربی مفکرین''، نئی دہلی: مکتبہ جامعہ، ۲۰۱۱ء
۲۔ اقبالؒ، ''کلیاتِ اقبال (اُردو)''، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۹۰ء
۳۔ ____، ''کلیاتِ اقبال (فارسی)''، ص:۲۸/۳۴۰
۴۔ انصاری، اسلوب احمد، ''نقشِ اقبال''، نئی دہلی: مکتبہ جامعہ، ۱۹۷۹ء
۵۔ انصاری، ظ، ڈاکٹر، ''اقبال کی تلاش''، نئی دہلی: مکتبہ جامعہ، ۱۹۷۸ء
۶۔ تاج، تصدق حسین (مرتب)، ''مضامینِ اقبال''، حیدر آباد دکن: احمد پریس، ۱۹۶۲ء
۷۔ جعفری، علی سردار، ''اقبال شناسی''، نئی دہلی: مکتبہ جامعہ، ۱۹۷۶ء
۸۔ خاں، یوسف حسین، ڈاکٹر، ''روحِ اقبال''، نئی دہلی: مکتبہ جامعہ، ۱۹۹۲ء
۹۔ عبدالحق، ڈاکٹر (مترجم)، ''بکھرے خیالات''، دہلی: جمال پریس، ۱۹۷۵ء

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

۱۰۔ عبدالحکیم، خلیفہ، ڈاکٹر، ''فکرِ اقبال''، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۷۷ء
۱۱۔ _____ (مترجم)، ''تاریخ فلسفۂ جدید''، حیدر آباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۴ء
۱۲۔ فاخری، آفاق، ڈاکٹر، ''فکر اقبال کے سرچشمے''، لکھنؤ: نصرت پبلشرز، ۱۹۹۲ء
۱۳۔ معینی، عبدالواحد، ''اقبال: فکر اور فن''، لاہور: ابوذر پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء

رسائل و جرائد

۱۔ سہ ماہی ''صحیفہ''، مارچ اپریل ۱۹۷۸ء، مجلس ترقی ادب، لاہور
۲۔ ''نقوش''، لاہور، اقبال نمبر، شمارہ دسمبر ۱۹۷۷ء